انقلابِ یاسمین کامیابی کے راستے پر؟

سمیع الحق شیر پاؤ

تیونس میں دستور سازی کا مشکل مرحلہ مکمل ہو چکا ہے۔ اتوار ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء کو رات گئے قومی اسمبلی میں اس پر رائے شماری ہوئی اور ۱۲ کے مقابلے میں ۲۰۰ ارکان نے اس کے حق میں ووٹ دے کر حتمی منظوری دے دی۔ مصر کے حالیہ سیاسی بحران کے تناظر میں ہر طرف سے تیونس کے انقلابِ یاسمین کی کامیابی پر نہ صرف سوالات اٹھائے جا رہے تھے، بلکہ ملک دشمن عناصر مختلف تخریبی کارروائیوں کے ذریعے حالات کو وہی رخ دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ کبھی امن وامان کا مسئلہ کھڑا کر کے اور کبھی دستور سازی کے عمل کو مشکوک قرار دے کر تیونس حکومت سے دست برداری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ تاہم، تیونس کی لیڈرشپ نے بروقت اور حکیمانہ اقدامات کر کے حالات پر قابو پالیا اور تین سال کی کش مکش کے بعد ملک کو ایک متفقہ آئین دینے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اس ساری مدت میں اندرون اور بیرون ملک سے جلتی پر تیل کا کام کرنے والے مسلسل سازشیں کرتے رہے۔ اقتصادی ناکامی کا ڈراما رچایا گیا، انسانی حقوق کا واویلا مچایا گیا، ملک میں تخریبی کارروائیاں کی گئیں اور آخر میں دو اپوزیشن لیڈروں کو قتل کروایا گیا، تاکہ ان واقعات کی آڑ لے کر منتخب جمہوری حکومت کا دھڑن تختہ کیا جائے اور آزادی و جمہوریت کے سفر کو آغاز ہی میں ناکام بنایا جائے۔

۱۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو نصف صدی سے جاری آمریت سے نجات حاصل ہوئی تو ملک کے پہلے آزاد انتخابات میں عوام نے اسلامی تحریک پر اعتماد کیا اور ۲۱۷ کے ایوان میں ۹۰ پر اسے کامیابی ملی۔ دوسری پوزیشن حاصل کرنے والی پارٹی کو ۳۰ نشستوں اور تیسرے نمبر پر آنے والی جماعت کو صرف ۲۱ نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ تحریکِ نہضت چاہتی تو تنہا ہی حکومت بنالیتی لیکن

اس نے ملکی وحدت اور قومی سلامتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بائیں بازو کی معتدل جماعتوں کو ساتھ ملا کر ایک قومی حکومت تشکیل دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دوسرے نمبر پر آنے والی جماعت 'کانگریس پارٹی' کو صدارت، اور تیسرے نمبر پر آنے والی پارٹی 'التکتل' کو اسپیکرشپ کی دعوت دی جوانھوں نے قبول کی اور خود وزارت عظمیٰ پر اکتفا کیا۔

حکومت کی یہ کامیابی اندرون و بیرون ملک اسلام دشمن عناصر کو ایک آنکھ نہ بھائی اور مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ سیکولر لابی نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر واویلا شروع کیا کہ تحریکِ نہضت ملک میں خلافت نافذ کرنا چاہتی ہے۔ اب لوگوں کے ہاتھ کٹیں گے اور ہر طرف اسلام کے سخت قوانین کو بالجبر نافذ کیا جائے گا۔ نام نہاد انسانی حقوق کے علَم برداروں نے شور مچایا کہ تحریکِ نہضت کی کامیابی سے مذہبی آزادی اور حقوقِ نسواں کو سنگین خطرہ لاحق ہوگیا۔ زین العابدین کی باقیات اور ان کے زیراثر میڈیا نے آسمان سر پر اٹھایا کہ اسلام پسند ملک کو تاریک اندھیروں میں ڈبونے جارہے ہیں۔ بڑے سرمایہ داروں نے معیشت کی تباہی کی دہائی دی اور ایسا نقشہ کھینچا گیا کہ اگر تحریکِ نہضت کی حکومت کا خاتمہ نہ کیا گیا تو ملک دیوالیہ ہوجائے گا۔ یہ اور اس طرح کے دیگر نعروں سے عوام کو مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی اور حکومت مخالف مظاہرے شروع ہوئے۔

ایک کروڑ ۱۰ لاکھ کی مجموعی آبادی میں ۷ لاکھ بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنا انقلاب کے بنیادی مقاصد اور مطالبات میں شامل تھا۔ ایک بالکل نئی حکومت کے لیے چند دنوں یا مہینوں میں یہ مسئلہ حل کرنا ممکن نہ تھا۔ وہ بھی ایسے وقت میں جب بن علی اور اس کا خاندان سرکاری خزانے کو مالِ مفت سمجھ کر ہڑپ کر گئے تھے۔ چنانچہ مخالفین نے اس مسئلے کو خوب اُچھالا اور اعلان کیا کہ حکومت انقلاب کے مقاصد کو پورا کرنے میں ناکام رہی ہے۔

ذرائع ابلاغ جن کی اکثریت دین بےزار سرمایہ داروں اور مفرور صدر بن علی کے قریب ترین افراد کی ملکیت ہے، نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ گذشتہ دو سال کی قلیل مدت میں ۲۰ نئے اخبار، چھے ٹی وی اور سات ریڈیو چینل وجود میں آئے اور روزِ اول سے اپنی توپوں کا رخ حکومت کی طرف کر دیا۔ اس ساری کارروائی میں وہ جماعتیں پیش پیش تھیں جنھیں عوام نے انتخابات میں بُری طرح مسترد کر دیا تھا۔ ان سب کا ایک نکاتی ایجنڈا یہ تھا کہ حکومت کو تحلیل کیا جائے اور نئے سرے سے انتخابات کرائے جائیں۔

۲۰۱۳ء انقلابِ یاسمین کے لیے آزمایشوں سے بھرپور سال رہا۔ حکومت کی برطرفی اور نئے سرے سے انتخابات کا مطالبہ کامیاب نہ ہوا تو مخالفین اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئے۔ ملک میں قتل وغارت اور جلاؤ گھیراؤ کی سیاست مزید تیز کردی گئی۔ اپوزیشن کے ایک رہنما شکری بلعید کو قتل کر کے حکومت کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ چنانچہ پُرتشدد مظاہروں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا اور حکومت کی برطرفی کا مطالبہ ایک دفعہ پھر زور پکڑ گیا۔ حکومت میں شامل جماعتوں کے پاؤں بھی لرزنا شروع ہوگئے اور دستور سازی کا عمل رک گیا۔ ایسے میں تحریک نہضت نے تاریخ کی انوکھی قربانی دی اور پارلیمنٹ میں سب سے زیادہ نشستیں ہونے کے باوجود وزارت عظمیٰ سمیت کئی اہم وزارتوں سے دست برداری کا اعلان کیا اور حکومت ایک غیر جانب دار فرد کے حوالے کردی۔

حالات نسبتاً معمول پر آئے تو دستور سازی کا عمل دوبارہ شروع ہوا۔ حکومت جلد سے جلد ملک کو ایک نیا آئین دے کر عام انتخابات کرانا چاہتی تھی لیکن سازشوں کے تانے بانے بُننے والے اپنے مذموم مقاصد سے باز نہ آئے۔ جولائی ۲۰۱۳ء میں ایک اور اپوزیشن رہنما محمد البراہیمی کو قتل کردیا گیا۔ بین الاقوامی اور ملکی میڈیا نے ایک دفعہ پھر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ امن وامان کی صورت حال بگڑ گئی اور حکومت کی برطرفی اور پارلیمنٹ کی تحلیل کا مطابہ زور پکڑ گیا۔

یہی دن تھے جب مصر میں جمہوریت پر شب خون مارتے ہوئے منتخب حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور صدر محمد مرسی کو پابند سلاسل کردیا گیا۔ تیونس کے ناکام سیاست دان یہاں اسی تجربے کو دہرانے کے لیے سرگرم ہوگئے۔ حکومتی صفوں میں دراڑ پیدا کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔ تحریکِ نہضت نے پارلیمنٹ کی بھرپور تائید کے باوجود ایک دفعہ پھر کمالِ حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکمل طور پر حکومت سے علیحدگی کا اعلان کیا اور باقی تمام وزارتیں بھی چھوڑ دیں۔ ملک میں غیر جانب دار ٹیکنو کریٹس کی حکومت قائم کرنے کے لیے مہدی جمعہ کو وزارتِ عظمیٰ کا قلم دان سونپ دیا۔ یوں مخالفین کے منہ بند ہوئے اور سازشی عناصر کو اپنے مذموم ارادوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ قومی اسمبلی نے دستور سازی کا عمل جاری رکھا اور آخر کار جنوری ۲۰۱۴ء میں یہ صبر آزما مرحلہ مکمل ہوگیا۔

جمعرات ۲۳ جنوری ۲۰۱۴ء کو قومی اسمبلی نے نئے دستور پر شق وار تفصیلی بحث کی جس کے بعد ارکان اسمبلی نے اس کی بنیادی منظوری دے دی۔ ۲۶ جنوری کو حتمی منظوری کے لیے ایوان کے

سامنے پیش کیا گیا اور صرف ۱۲/ارکان نے اس کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ یہ ۱۹۵۹ء کے بعد ملک کا پہلا جمہوری آئین ہے۔

نئے آئین میں اسلام کو ریاست کا دین، عربی کو اس کی زبان اور جمہوریت کو اس کا نظام قرار دیا گیا ہے، جب کہ شہریوں کو بشمول مذہبی آزادی، ہر قسم کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ خواتین کے حقوق کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ نئے دستور کی رو سے فوج کے کردار کو واضح طور پر متعین کیا گیا ہے جو ملکی دفاع، قانون کی پاس داری اور سیاست سے مکمل طور پر غیر جانب دار رہنے پر مبنی ہے۔ موجودہ حالات میں یہ ایک متوازن دستور ہے۔ بعض لوگ اسے ایک سیکولر آئین قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں قانون کو شریعت کا پابند نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم جو لوگ تیونس کی ۶۰ سالہ تاریخ اور اس سے پہلے ۷۵ سالہ استعماری دور سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک ایسے ملک میں جہاں سر پر اسکارف لینے والی خاتون کے کسی بھی سرکاری دفتر، کالج اور یونی ورسٹی میں داخلے پر پابندی ہو اور جہاں نوجوان مسجد میں نماز پڑھیں تو انھیں غائب کر دیا جائے، جہاں پر داڑھی رکھنا معیوب ہی نہیں جرم سمجھا جاتا ہو اور جہاں اسلام پسندی کی سزا کال کوٹھریاں ہوں اور جہاں ۶۰ سال سے قانون حکمرانوں کے گھر کی لونڈی ہو، وہاں آزادی کے پہلے مرحلے میں اس سے مناسب اور متوازن آئین لانا شاید سر دست ممکن ہی نہ ہو۔

اس تاریخی کامیابی کے بعد عبوری حکومت ایک غیر جانب دار الیکشن کمیشن کے قیام کے لیے مشاورت کر رہی ہے جو ملک میں شفاف، آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنائے۔ توقع ہے کہ نئی حکومت تمام تر چیلنجوں کے باوجود اس مرحلے کو بھی طے کر لے گی۔

بیرونی اور اندرونی سازشیں مسلسل جاری رہیں۔ مختلف حربے استعمال کیے گئے، کئی ایک دینی جماعتوں کو بھی استعمال کیا گیا، متشدد گروہوں نے حکومت کو بدنام کرنے کے لیے دہشت گردی کی کئی ایک کارروائیاں بھی کر ڈالیں، لیکن اسلامی تحریک ثابت قدم رہی اور دُور اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے تمام لوگوں کو ساتھ لے کر یہ سارے مراحل طے کر لیے۔ اس پورے عرصے میں فوج غیر جانب دار رہی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ برادر اسلامی ملک میں کامیابی کا یہ سفر کہاں تک جاری رہتا ہے۔